تجاویز بضمن نصاب مدارس

پروفیسر ساجد حمید

چیئرمین
ڈیپارٹمنٹ آف ریلیجس اسٹڈیز،
یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب، لاہور

مدارس اس معاشرے کے ایک راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے نکلنے والے لوگ دین و مذہب میں ملت کے راہنما ہیں۔ راہنما وہ ہوتا ہے، جس کو دیکھ کر، سن کر، جان کر لوگوں کو اطمینان ہو کہ وہ قابل اعتماد ہاتھوں میں ہیں۔ ان کے علم اور فہم و تدبر پر لوگوں کو بھروسہ ہو۔ لیکن یہ بھروسہ اس وقت ختم ہو سکتا ہے، جب وہ ان کی حرکات و سکنات سے ایسی بات دیکھیں جو مضحکہ خیز اور خلاف علم و عقل ہو۔ اشعری و ماتریدی، ابو حنیفہ و شافعی، رازی و غزالی سے لے کر شاہ ولی اللہ تک (سب پر اللہ کی رحمت ہو)، سب کے سب اپنے زمانے کے علوم پر بھی اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ خاص طور پر ان علوم پر جو مذہب کے لیے مسئلہ بن رہے ہوں، یا مذہب کا رد و قبول ان پر منحصر ہو گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی، اور ان جیسوں کی دھاک آج تک امت کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔

میرے ناقص خیال میں سائنس، جدید فلسفہ اور سماجی علوم اب ایسی ہی صورت اختیار کر چکے ہیں کہ وہ نہ صرف مذہب کے لیے مسئلہ بنے ہوئے ہیں، بلکہ بعض باتیں ان کے بغیر جدید ذہن کو سمجھ بھی نہیں آ سکتیں۔ آج ان علوم کے لیے ایک نہیں کئی غزالیوں کی ضرورت ہے۔ ایک غزالی مغربی فلسفے کو سنبھالے، دوسرا نفسیات کو، تیسرا عمرانیات کو، چوتھا بیالوجی کو، پانچواں فزکس، تب جا کر دور جدید میں مذہب کو منوایا جا سکتا ہے۔ اس وقت عام حالت نہیں ہے، بلکہ مذہب اور الحاد کی جنگ جاری ہے۔ لہذا یہ مذہب کے بقا کی جنگ ہے۔ اس میں جدید ہتھیاروں سے لیس ہونا بھی ضروری ہے۔ میں نے جن علوم کا نام اوپر لیا ہے، وہ جدید ہتھیار تیار کرنے کی فیکٹریاں ہیں۔ یہ فیکٹریاں ہمیں بھی لگانی ہوں گی تاکہ ہم دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکیں۔ جس وجہ سے پرانے زمانے میں علم کلام اور منطق کو شامل کیا گیا تھا، اسی وجہ سے آج ان علوم کو شامل نصاب کیا جانا ضروری ہے۔

ان علوم کو سمجھنے کی زبان انگریزی ہے۔ لہٰذا پہلا کام تو یہی ہے کہ علماء کو انگریزی سیکھنی پڑے گی۔ یہ ویسے بھی ایک ضرورت ہے۔ ہم اگر امت دعوت ہیں، تو مدعو غالب اقوام کو انگریزی ہی آتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی ہمیں انگریزی سیکھنی ہو گی۔ مدرسہ کی زبان ویسے بھی علمی زبان ہے، وہ اردو ہوتے ہوئے بھی اردو نہیں ہے۔ دعوت کے میدان میں بارہا میں نے ایسا دیکھا ہے کہ ایک جید عالم اپنے مخاطب کو بات ہی نہیں پہنچا پاتا، اس لیے کہ دونوں کی زبان اردو ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوتی ہے۔ وہی صورت ہوتی ہے، جو کسی شاعر نے کہی ہے کہ

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

میرے محبوب کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی نہیں جانتا

یہ کہہ کر اس ضرورت سے سبکدوش نہیں ہوا جا سکتا کہ ہدایت پانے والے کو کہا جائے کہ وہ پہلے ہماری زبان سیکھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی اہتمام کیا کہ جب بھی ہدایت بھیجی یا رسول مبعوث فرمایا تو قوم کے اندر ہی سے انھی کی زبان میں بات کرتا ہوا۔ ہمیں بھی خدا نے جس قوم کے لیے داعی بنایا ہے، ہمیں اس کی زبان سے بات کرنا ہو گی، اور یہ قوم اپنی زبان تبدیل کر چکی ہے، اور جنھوں نے نہیں کی ان کی اگلی نسلیں کر لیں گی۔ اگلے پچاس برس گزرنے کی دیر ہے، ہمارے ریڑھی والے کی زبان بھی انگریزی ہو گی، سوائے اس کے کہ کسی وجہ سے اس پہیے کا رخ بدل جائے جس پر اس وقت ہماری تہذیبی گاڑی لڑھک رہی ہے۔

اوپر کی گفتگو سے یہ بات واضح ہے کہ ہمیں اپنے مدارس کو دور جدید کی لیڈر گاہ بنانے کے لیے جدید علوم و معارف اور زبانوں کا تعارف ضروری ہے۔ اس روشنی میں ہم درج ذیل تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ کوئی ایک یورپی زبان، بالخصوص انگریزی، واضح رہے کہ سب سے زیادہ اسلامی کام انگریزی سے بھی شاید زیادہ جرمن زبان میں ہو رہا ہے۔ اس لیے اس کو پڑھنے، اس کے مفید اور مضر عناصر سے نبٹنے کے لیے یہ زبانیں علماء کو آنی چاہیں۔ اسی طرح غیر مسلموں کو بات پہنچانے کے لیے انگریزی کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

۲۔ **فزکس(طبیعات):** اس علم کی بنیاد پر اس وقت کا الحاد کھڑا ہے۔ انفجار عظیم (bing-bang) سے لے کر اسٹفن ہاکنگ کے اس نظریے تک کہ کائنات خود بخود لاشیٔ (nothing) سے بنی ہے، سب اسی علم کے انڈے بچے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید اس کی تردید کرتا ہے: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ (الطور ۵۲: ۳۵)۔ ان چیزوں کا جواب اگر عالم دین نے نہیں دینا تو پھر کس نے دینا ہے۔ اگر علماء اس میدان میں نہ نکلے تو کل ساری قوم بے دین ہو جائے گی۔

۳۔ **بیالوجی:** یہ وہ علم ہے جس نے نظریہ ارتقاء کی بنیادیں فراہم کی ہیں، نظریہ ارتقاء کے خلاف اہل مذہب کی طرف سے جو کچھ لکھا گیا ہے، ان کے اوپر بیالوجی کے ماہرین کا یہ تبصرہ ہے کہ یہ (pseudo) سائنس ہے۔ یعنی یہ سائنس کا جانے بغیر نقد ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ کو نصاب ہی میں اچھے معیار کی بیالوجی پڑھا دی جائے۔ تاکہ وہ صحیح معنی میں خدمت کر سکیں، اور ان پر (pseudo) یعنی غلط سائنس ہونے کا الزام نہ لگے۔

۴۔ **فلکیات:** علم ہیئت پہلے بھی پڑھایا جاتا رہا ہے، اب بھی اسے شامل نصاب ہونا چاہیے۔ کائنات کیا ہے، یہ کیسے چل رہی ہے، اس علم کے ساتھ بعض قرآنی آیات کے معجز ہونے کو منوانا ممکن ہے۔ قرآن فلکیات میں جو کچھ باتیں بیان کر چکا ہے، اسے قدیم تفسیر قدیم رنگ میں دیکھتی ہے، جب کہ اب نئے علم کی روشنی میں انہیں از سر نو دیکھنا چاہیے تاکہ قدیم تصور پر جو اعتراضات ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے قرآن پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، اس کا جواب دیا جا سکے۔

۵۔ **فلسفہ:** مغربی فلسفہ ہمارے علم کلام سے بہت آگے نکل چکا ہے۔ پہلے وہ بدیہیات پر کھڑا تھا، اب بدیہیات بھی چیلنج ہو چکیں۔ ایک فلسفے کی زد میں آئے ہوئے معصوم مسلمان کو اس سے وہی نکال سکتا ہے، جس نے ان مباحث کو سمجھا ہو اور ان کے عیب و سقم بتانے کے قابل ہو۔

۶۔ **نفسیات:** یہ علم بہت مفید ہے، اگرچہ فرائڈ وغیرہ نے اسے مذہب مخالف بنا دیا ہے، لیکن میری دانست میں یہ وہ علم ہے جس سے مذہب کے تمام مقدمات انفسی دلائل کی طرز پر ثابت کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے، کہ علماء دین اس علم کی طرف بڑھیں اور اس کو فکری کمزوریوں سے نکال کر اسے اسی فطرت کی طرف لے آئیں جس پر نفس انسانی کی تشکیل کی گئی ہے۔

غرض یہ اور اس طرح کے دیگر علوم جانے بغیر آج کا عالم دین انسانوں کی مکمل معنی میں راہنمائی نہیں کر سکتا۔ وہ صرف ان کی رہنمائی کر سکے گا، جو بس دین کو مانتے ہیں، اور اسے جاننا چاہتے ہیں۔ لیکن جو شخص کسی وجہ سے ان علوم سے متاثر ہو چکا ہے، اور ان چیزوں کا جواب چاہتا ہو، جو اس کے ذہن میں ان علوم نے پیدا کر دی ہیں، تو اگر عالم دین اس کی راہنمائی نہ کر سکیں تو کہاں جائے؟ واضح رہے کہ ان علوم سے متاثرین کی تعداد زیادہ ہو رہی ہے۔ اگلی دہائیوں میں مزید بڑھتی چلی جائے گی۔ اس لیے کہ جدید سکول، ٹی وی، اخبار، کتب مسلسل ان علوم کی دعوت و تبلیغ کر رہے ہیں۔

اس لیے میری درخواست ہے کہ مدارس کے نصاب میں درج ذیل تبدیلیاں لائی جائیں:

۱۔ مدارس ایسا نیا نصاب بنائیں، جو عام میٹرک اور ایف اے، ایف ایس سی سے مطابقت رکھتا ہو۔ لیکن ان کی اپنی ضروریات کا بھی اس میں لحاظ ہو، مثلاً عربی زبان کی تدریس اور حفظ قرآن مجید اس دور میں رکھا جا سکتا ہے وغیرہ۔ مدرسے سے نکلنے والا طالب علم عام میٹرک کے طالب علم سے زیادہ زیور علم سے آراستہ ہو۔ البتہ ان علوم کا تڑکا اس میں زیادہ ہو، جن کا میں نے ذکر اوپر کیا ہے۔ میٹرک اور ایف اے ایف ایس سی کے نصابات کو عام نصاب

کے مطابق رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ مدرسے کے فارغ التحصیل کو روزگار کے زیادہ مواقع ملیں گے اور وہ ایف اے، ایف ایس سی کی تعلیم کی بنیاد پر اپنے شایانِ شان کوئی مہارت اور تعلیم مزید حاصل کر کے زندگی کے عام میدان میں داخل ہو سکے گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کو اس زبان اور تہذیب سے آشنائی ہوگی۔ جس میں اس کے دوسرے ہم وطن اور ہم مذہب رنگے ہوئے ہیں، جن کے لیے وہ رہنما بننے جارہا ہے۔

۲۔ اسلامی علوم کی تدریس بارھویں جماعت کے بعد دی جائے۔ اس میں نیا ڈھانچہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اور قدیم علمی ڈھانچے کو بھی قائم رکھا جا سکتا ہے۔ قدیم سے میری مراد رائج الوقت تدریسی نظام ہے۔ جدید سے میری مراد یہ کہ مدارس بھی بی ایس (چار سال) ایم ایس (دو سال) والا نظام لے آئیں اور اسے ایچ ای سی سے تسلیم کروائیں۔ جب مدرسے سے ایک آدمی فارغ ہو تو وہ ایم ایس یا ایم فل ڈگری ہولڈر ہو۔ اب اسے صرف پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنا باقی ہو۔ اور ایچ ای سی سے یہ تسلیم کروایا جائے کہ ان کو اسلامیات کی پی ایچ ڈی میں ہر جگہ داخلہ مل سکے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مدارس کی ڈگری کو ایم اے کے برابر تو قرار دیا جاتا ہے، لیکن انہیں ایم ایس میں داخلہ لینے میں مشکل پیش آتی ہے، اس لیے کہ ان کے پاس انگریزی اور دیگر لازمی علوم میں ڈگری نہیں ہوتی۔ اس لیے اگر مدرسے کا طالب علم مدرسے میں پڑھ کر صرف میٹرک اور ایف اے کرے اور اس کے ساتھ دین سے متعلق صرف دو چیزیں ہوں (۱) قرآن حفظ ناظرہ اور (۲) عربی زبان۔ باقی اس کے مضامین وہی ہوں جو اسکولوں میں میٹرک اور ایف اے، یا ایف ایس سی میں ہوتے ہیں۔

ایف اے یا ایف ایس سی کے بعد بی ایس (۴ سال) کا جو کورس کرایا جائے اس کا نام ہو: بی ایس اسلامک اسٹڈیز۔ اس میں تمام علوم دینی ہوں۔ صرف انگریزی اور ایچ ای سی کے تجویز کردہ لازمی مضامین ساتھ شامل کیے جائیں۔ تاکہ یہ ڈگری پاکستان کی باقی ڈگریوں کے مساوی قرار پانے میں کوئی کمی اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔

بی ایس کے بعد مدارس میں ایم ایس (۲ سال) کا پروگرام جو میں نے تجویز کیا ہے اس میں تحقیق، اجتہاد، افتاء وغیرہ کا تخصص کرایا جائے۔ جدید تحقیق کے طریقوں سے علماء کو متعارف کرایا جائے۔ تنقید، تجزیہ اور اس طرح کی صلاحیتیں ان میں پروان چڑھائی جائیں۔ واضح رہے کہ پہلے ایم اے کے بعد پی ایچ ڈی ہوتی تھی اب ایم ایس کے بعد ہوا کرے گی۔ اس لیے مدارس کو اس کے برابر آنا پڑے گا۔

اس تبدیلی سے مدارس دینی تعلیم کے مراکز بھی بنے رہیں گے اور ان کے طالب علم معاشرے کے دیگر امور میں باقیوں سے مختلف نہیں ہوں گے، بلکہ قدیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے آراستہ ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ مطلوب افراد بن سکیں گے۔

چند ذیلی تجاویز

☆ ابتدائی تعلیم میں ہو سکے تو پہلے دو سال اردو میڈیم اور اس کے بعد کے اگلے چار تا چھ سال انگلش میڈیم ہوں تاکہ دونوں زبانوں میں اچھی دسترس حاصل ہو سکے۔ بی ایس میں تدریس عربی میڈیم میں ہو۔ واضح رہے کہ مدارس انگریزی میڈیم میں پڑھا کر بھی ان مقاصد سے طالب علم کو بچا سکتے ہیں، جو جدید انگریزی اسکول پیدا کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں مدارس ایک نمونہ اور ماڈل بن سکتے ہیں۔ اگر مدارس انگریزی میڈیم میں اعلیٰ تعلیم دے سکیں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں اونچے طبقات کے بچے بھی مدارس میں پڑھنے لگیں گے اور یہ ایک انقلابی تبدیلی ہوگی۔

☆ پانچویں سے ایف اے تک کی اسلامیات لازمی کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ طالب علم عقیدہ، فقہ اسلامی اور سیرت طیبہ سے اچھی طرح آگاہ ہو جائے۔ اس میں اتنی اچھی اسلامیات لازمی کی کتابیں تیار کی جائیں کہ جدید سکول بھی ان کتابوں کو اپنانے پر مجبور ہو جائیں۔ اس میں ہدف یہ رکھا جائے کہ طالب علم کو اپنے عقیدے اور شریعت سے مکمل آگاہی ہو، اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور ہو سکے تو خلفائے راشدہ کے عہد تک کی تاریخ

سے بھی آگاہ ہو۔ ان بارہ برسوں میں پڑھائی جانے والی اسلامیات واقعی اسلامیات بن جائے۔

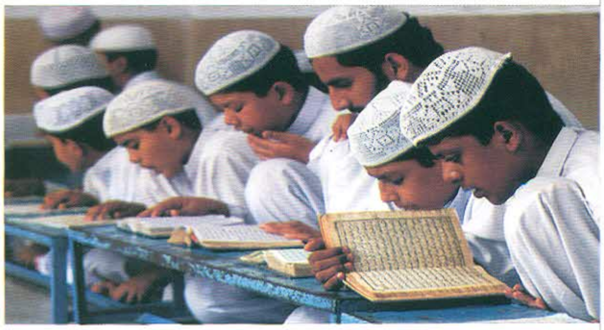

دینی نصاب میں تبدیلی کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن

☆ بچوں میں تنقیدی اور تجزیاتی مہارت پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لیے یہ کوشش کی جائے کہ بعض موضوعات میں (case study) وغیرہ کے طریقے پر پڑھایا جائے۔

☆ نصابی کتب جدید طریقے پر لکھی جائیں، جو تعلیم کو زیادہ آسان کر دیتا ہے۔ اس میں گوشوارے، خاکے، چارٹس وغیرہ ڈال کر اسے زیادہ سے زیادہ قابل فہم بنایا جائے۔

☆ استدلال جو کہ علم کی اصل ہوتا ہے، ہر فن کے استدلال سے خوب ممارست پیدا کی جائے۔ طالب علم صرف معلومات میں طاق نہ ہو، بلکہ اس فن کی تکنیک کے بھی ماہر ہوں۔

مجھے معلوم ہے کہ یہ تجاویز آسان نہیں ہیں، لیکن دین وملت کے ان اقدامات کی اس وقت اشد ضرورت ہے جو مدارس ایسا لائحہ عمل اختیار کریں گے۔ وہ دراصل دور جدید کے امام ہوں گے۔ اگلے دور کی زمام قیادت انھی مدارس کے ہاتھ میں ہو گی۔

اقرأ باسم ربك